شورش کہتے ہیں کہ: ''میرے قلم پر مولانا ابوالکلام آزاد کی چھاپ بہت گہری ہے''۔ اس حوالے سے کتاب کے آخری حصے میں یہ دل چسپ انکشاف ملتا ہے کہ اکتوبر ۱۹۴۷ء میں مولانا آزاد جامع مسجد دہلی میں تاریخی خطاب کر رہے تھے تو شورش نے لاہور میں بیٹھے ہوئے اپنی چشم تصور سے خود کو دہلی میں موجود پایا اور پھر آزاد کی ایک تقریر خود لکھ کر اپنے اخبار ''آزاد'' میں چھاپ دی۔ اخبار دہلی پہنچا تو بھارت کے محکمہ اطلاعات نے اُسے طبع کر کے تقسیم کرا دیا۔ مولانا آزاد تقریر دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ پتا چلا یہ شورش کی حرکت ہے، محظوظ ہوئے اور کہا: ''یہ خوش گوار معصیت ہے''۔

شورش کاشمیری، شخصی خاکے لکھنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ اپنے پیہم رواں قلم اور آبشاروں کی سی روانی سے زندہ اور متحرک لفظوں، تشبیہوں، استعاروں اور مترادفات سے تحریر کو سجاتے اور قاری کے قلب و روح کو سرشار کرتے ہیں۔ اردو نثر کی اس روایت کی وہ آخری کڑی تھے، اور خاتم بھی۔ اب کہاں ایسی تحریر اور کہاں ایسی تحریروں کے قدرشناس۔ پروفیسر اقبال جاوید نے اپنے شوق سے مضامین شورش کو یہ حسن ترتیب عطا کر کے، ایک بڑی خدمت انجام دی ہے۔ (سلیم منصور خالد)

پوشیدہ تری خاک میں، ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی۔ ناشر: دارالتذکیر، رحمٰن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔ صفحات: ۲۷۹۔ قیمت: ۱۵۰ روپے۔

اندلس، علامہ اقبالؒ کے خوابوں کی سرزمین ہے۔ ۱۹۳۳ء میں انھوں نے لندن سے واپسی پر میڈرڈ، طلیطلہ، قرطبہ، اشبیلیہ اور غرناطہ کا دورہ کیا۔ مسجد قرطبہ کی زیارت کے بعد، اس پر ایک لافانی نظم لکھی ؎

آب روان کبیر، تیرے کنارے کوئی
دیکھ رہا ہے، کسی اور زمانے کا خواب

علامہ اقبالؒ کے ایک مداح اور شیدائی ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے قرطبہ میں منعقدہ ''اقبال کانفرنس'' (۱۹۹۱ء) میں شرکت کی۔ اس دوران انھیں اندلس کے تاریخی مقامات اور آثار دیکھنے کا موقع ملا۔ پوشیدہ تری خاک میں..... اسی یادگار سفر کی دل پذیر روداد ہے۔

یہ ایک روایتی سفرنامہ نہیں بلکہ اسلامی تہذیب کے ایک اجڑے ہوئے چمنستان کی داخلی اور خارجی دنیا کا درد بھرا رپورتاژ ہے۔ مطالعے کے دوران قاری کو تاریخ، مشاہدہ اور جذبہ باہم معانقہ کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس لیے زیرنظر سفرنامے میں نشاط، حسرت اور اُمید کے تینوں رنگ نمایاں ہو کر ہمیں بیک وقت ماضی کی جھلک اور مستقبل کے خواب دکھاتے ہیں۔

کتاب کا اسلوب بیان بلا تکلف اور رواں دواں ہے۔ پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے کہ مصنف نے' اس سفر شوق کے دوران شعوری طور پر کسی بھی لمحے کو ضائع نہیں ہونے دیا۔ مشاہدات کے ساتھ' تجزیہ کاری اور باہم گفتگوؤں تک میں اٹھائے جانے والے قیمتی نکات کو قلم بند کر دیا ہے۔ مثال کے طور پر' پروفیسر محمد منور مرزا مرحوم آخری زمانے میں تقریباً ۱۲' ۱۳ برس تک مرکزیہ مجلس اقبال کے جلسوں سے لاتعلق ہو گئے تھے' جس کا پس منظر خود مرزا صاحب نے بتایا (ص ۱۶۵-۱۶۹)۔ مصنف مسلم اندلس کے اس اجڑے دیار میں مساجد کو دیوانہ وار تلاش کرتے اور قلب کی گہرائیوں میں تڑپتے اور آہیں بھرتے نظر آتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: ''مسیحیوں نے جوش انتقام میں مساجد کو کلیساؤں میں تبدیل کر ڈالا...... آہ وہ مساجد' جنھیں دشمنوں نے گرجوں میں بدل دیا' اذان کی جگہ وہاں گھنٹیاں بج رہی ہیں...... [یہاں پر ایک نومسلم ہسپانوی نے بتایا] آپ جتنے چرچ دیکھ رہے ہیں' ابتدا میں یہ سب مساجد تھیں'' (ص ۱۷۱-۱۷۲)۔ ہسپانوی مسیحیوں' اور آج مشرقی یورپ کے قوم پرست عیسائیوں یا بھارت کے جنونی ہندوؤں کو دیکھیں تو ان کے رویوں میں کوئی خاص فرق دکھائی نہیں دیتا۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے ادب' تحقیق اور اقبالیات کے سنجیدہ استاد اور اسکالر کی حیثیت سے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ ان کا یہ اقبالیاتی سفرنامہ بھی دل چسپی سے پڑھا جائے گا' ان شاء اللہ!

(س - م - خ)

ادب کہانی ۱۹۹۷ء' ڈاکٹر انور سدید۔ ناشر: مکتبہ فکر و خیال' ۲/۷ اسٹلج بلاک' اقبال ٹاؤن' لاہور۔ قیمت: ۱۹۹ روپے۔ صفحات: ۳۴۴ روپے۔

ڈاکٹر انور سدید نے کئی برس پہلے اُردو زبان و ادب کی مختصر تاریخ لکھی تھی۔ اب ادب کا اصناف وار سالانہ جائزہ مرتب کرتے ہیں۔ تحقیق کی نزاکتوں' تنقید کے تقاضوں اور تخلیق کے درد سے بخوبی آگاہ ہیں' کہ وہ خود نہایت اچھے تخلیق کار ہیں۔ جو نکتہ انھیں معاصر ادیبوں اور نقادوں سے ممتاز کرتا ہے وہ یہ ہے کہ ادب کے ساتھ ساتھ' قومی و ملی اور سیاسی و ثقافتی موضوعات پر بھی ان کا قلم یکساں طور پر رواں رہتا ہے۔

ان کی تازہ کتاب ادب کہانی: ۱۹۹۷ء پیش نظر ہے۔ انھوں نے گارساں دتاسی کی روایت کا احیا کیا ہے اور اس روایت کو ایک بہتر اور بلند تر سطح پر لے جا کر اس میں زیادہ معنویت پیدا کی ہے۔

اس جائزے کو نظم اور نثر کے دو بڑے حصوں میں تقسیم کر کے اصناف وار مرتب کیا گیا ہے اور ایک